سرور علم ہے کیف شراب سے بہتر
کوئی رفیق نہیں ہے کتاب سے بہتر

قوموں کا معمار

مطالعہ

افادات

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتھم العالیہ

و

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودری دامت برکاتھم العالیہ

ناشر

دارالحمد ریسرچ انسٹیٹیوٹ

سوداگرواڑہ، سورت۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
✿	افتتاحیہ	۵
✿	خطبۂ استقبالیہ	۸
✿	نمونۂ سلف، مشعلِ خلف حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم	۱۳
۱	نسبت نہ ہوتی تو	۱۴
۲	ہمارے لیے نمونہ	۱۴
۳	بادام خوری اور اس پر تحقیق	۱۶
۴	علم اور تعلق مع اللہ	۱۷
۵	میں نے کبھی غیبت نہیں کی	۱۷
۶	علم کی لذت، اہل اللہ کی صحبت	۱۷
۷	ہر کجا پستی ست، آب آں جا رود	۱۸
۸	إنک لا تهدی من أحببت	۱۹
۹	عار، شریعت پر عمل سے روکتی ہے	۲۰
۱۰	خوردنوازی	۲۱

۱۱	یہ فلاں کا......وہ فلاں کا	۲۲
۱۲	مجھے بڑی عبرت ہوئی	۲۲
✵	**گاہے گاہے باز خواں......** **حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتھم**	۲۳
۱	کتب خانہ کیا ہے......؟؟؟	۲۴
۲	یہ نقطۂ آغاز ہے	۲۵
۳	سپردم بتو مایۂ خویش را	۲۶
۴	گجراتی بچوں کی خامی	۲۷
۵	خوبصورت کتابیں بچوں کے ہاتھ میں	۲۸
۶	مطالعے کا ذوق، پہلا بیج	۲۸
۷	کتب خانہ کھروڈ ہی میں کیوں......؟؟؟	۳۰
۸	ہم کیوں مطالعہ نہ کریں ذوق وشوق سے	۳۰
۹	کھلتے ہیں راز علم کے	۳۱
۱۰	ہے چشم دل کے واسطے کاجل مطالعہ	۳۲
۱۱	۴۰/ صفحے پڑھ ڈالے	۳۳
۱۲	گھڑی گھڑی اس کو کیوں دیکھتے ہو؟	۳۳
۱۳	صد فیصد الفاظ مجھے بھی سمجھ میں نہیں آتے	۳۴

۱۴	رائد اللغة العربية	۳۵
۱۵	منفلوطی بھنڈی بازار میں	۳۶
۱۶	ظالم نے قلم توڑ دیے ہیں	۳۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

افتتاحیہ

علم انسان کی بنیادی ضرورت ہے، جس کی تکمیل کا واحد ذریعہ مطالعہ ہے، معاشرہ کی تعمیر و ترقی کے فریضے کی انجام دہی کے لیے بھی مطالعہ ہماری سماجی ضرورت ہے۔ محض اسکول و مدرسہ کی تعلیم پر اکتفا کر لینے سے فکر و نظر کی تنگی پیدا ہوتی ہے، صلاحیتوں کو بیدار کرنے کے لیے مطالعہ زبردست آلہ اور کنجی کی حیثیت رکھتا ہے۔ مطالعہ معلومات اور زاویۂ فکر و نظر کو وسیع سے وسیع تر کرتا ہے۔ شہسوارِ قلم اور مقررِ شیریں بیاں کے لیے مطالعہ دانے اور پانی کی طرح لازمی ہے۔ شورش نے کہا: ''کسی مقرر کا بلا مطالعہ تقریر کرنا ایسا ہی ہے جیسا بہار کے بغیر بسنت منانا، یا لو میں پتنگ اڑانا۔'' ادیب زماں حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی دامت برکاتہم فرماتے ہیں: ''آج لوگ لکھنے والے زیادہ اور پڑھنے والے کم ہو گئے، جس کے نتیجے میں تحریر کی اثر آفرینی کم ہو گئی؛ اس لیے تحریر کو مؤثر بنانے کے لیے ضرورت ہے کہ ایک صفحہ کو لکھنے کے لیے سو صفحات کا مطالعہ ہو۔'' کتب بینی ہی سے دماغ کے بند دریچے کھلتے ہیں، روح کو تازگی محسوس ہوتی ہے۔

عصر حاضر میں ٹی وی اور انٹرنیٹ اور موبائل نے اگرچہ لوگوں کے ذہنوں پر قبضہ کر لیا ہے، لیکن مطالعہ و کتب بینی کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ نئی نسل کا کتب بینی کی طرف میلان خاصا کم ہے، بچوں کو مطالعے کی طرف راغب کرنا ایک مشکل مرحلہ بنتا جا رہا ہے۔ حالاں کہ موجودہ دور میں پیدا ہونے والے مختلف مسائل کو حل کرنے کے لیے ماہرین مطالعے کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ اس لیے کہ اچھی کتابوں کا مطالعہ شعور کو جلا بخشنے کے ساتھ

ساتھ فضول مشغلوں سے بھی بچاتا ہے۔ آج کل جو لوگ مطالعے سے گریز کرتے ہیں، وہ ماضی سے بے خبر اور مستقبل کے لیے لایعنی ہوتے جارہے ہیں۔

اسی ضرورت واہمیت کے پیش نظر رئیس المدارس والمدرسین، مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی قدراللہ شفاءہ واطال اللہ بقاءہ نے مختلف اوقات میں علماء کو جوڑ کر اُن کے روبرو مطالعے کی ضرورت اور اس کی افادیت واہمیت کو نہایت دردو کرب کے ساتھ بیان کیا۔ اور اس کا شوق علماء وطلبہ میں پیدا ہو اس کے لیے حضرت ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ اور اس کے لیے مختلف تدابیر بھی وقتاً فوقتاً کی گئیں۔ منجملہ ان تدابیر کی ایک شاندار کڑی مجمع الشیخ عبداللہ الکافودروی کی صورت میں وجود پذیر ہوئی۔ چناں چہ حضرت نے اپنی پوری زندگی کا قیمتی سرمایہ یعنی علوم وفنون کی بیش بہا کتابوں کو افادیت عامہ کے لیے جامعہ قاسمیہ کھروڈ میں منتقل کردیا، تاکہ اس سے خوب استفادہ کیا جاسکے۔

جامعہ قاسمیہ کھروڈ میں ان کتب کے لیے مستقل ایک لائبریری کا نظم کیا گیا۔ اور حضرت کی تمام کتابوں کو اس کتب خانے میں منتقل کیا گیا ہے۔ اس روح پرور موقع پر ایک افتتاحی مجلس منعقد کی گئی۔ جس میں مختلف علماء کرام کے بیانات ہوئے۔ افادیت کے پیش نظر مفتئ گجرات حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری ادام اللہ فیوضہ علینا اور مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم کے بیانات کو قلمبند کرلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جمیع قارئین کو پڑھ کر عمل کی توفیق بخشے۔

اللہ تعالیٰ بہتر بدلہ عطا فرمائے شیخ الحدیث مولانا حنیف صاحب لوہاروی زیدمجدہم کو۔ آپ نے تابڑ توڑ ایک شاندار عمارت اس عظیم الشان یادگار کے لیے مہیا فرمادی۔ ہم

ممنون ہیں مدرسہ قاسمیہ کھروڈ کے اراکین شوریٰ کے، جنہوں نے اس عمارت کے لیے ایک وسیع قطعہ مختص کرنا منظور کیا۔ فجزاکم اللہ خیراً۔

خطبۂ استقبالیہ

الحمد لله الذی أنزل علی عبده الکتاب و لم یجعل له عوجا و الصلوٰة و السلام علی حبیبه المصطفیٰ الذی أنزل علیه إنا أنزلنا علیک الکتاب لتقرئه علی الناس علی مکث و نزلناه تنزیلا و علی اٰله و أصحابه و أتباعه إلی یوم الحساب. أما بعد!

حضرات علماءِ کرام وفضلاءِ عظام اور شائقین علم! آج ہم جس پُر مسرت تقریب کے لیے جمع ہوئے ہیں، وہ ایک علمی اکیڈمی اور کتب خانہ کی شاندار عمارت کے افتتاح کی تقریب ہے۔ (اس مبارک موقع پر آپ احباب علم وفضل کی تشریف آوری کو ہم باعث خیر و سعادت سمجھتے ہیں اور آپ سب حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس زحمت فرمائی پر آپ سب حضرات کو بہترین بدلہ عطا فرمائے) ہم سب سے پہلے رب ذوالجلال والاکرام کا شکریہ ادا کرتے ہیں، جس نے محض اپنے فضل وکرم سے اس ''علمی تاج محل'' کی عمارت کی تکمیل کے اسباب پیدا فرمائے۔ فله الحمد و الشکر الف الف مرة.

پھر میں اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کہ ''جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ'' کے علم دوست اراکین کا شکریہ ادا کروں، جنھوں نے بہت خوش دلی کے ساتھ زمین کا یہ قطعہ عنایت فرمایا۔ فجزاهم الله أحسن الجزاء. اور بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں خطیب ملت شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف صاحب لوہاروی دامت برکاتہم العالیۃ کا صمیم قلب سے شکریہ ادا نہ کروں کہ جنھوں نے اس خزانۂ علمی کی عمارت کے لیے خطیر رقم کا انتظام فرمایا۔ اور اس طرح اہل علم اور طلبۂ عزیز کے لیے ایک قیمتی تحفہ پیش فرمایا۔ اللہ رب العزت اِن سب حضرات کو اپنی

شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے اور امت کے لیے خصوصاً طلبۂ عزیز اور شائقینِ علم کے لیے استفادے کی توفیق ارزاں فرمائے۔

محترم حضرات! اس مختصر کتب خانہ میں جو علمی خزانہ ہے، وہ اس حقیر کا بہت محنت و شوق سے سالہا سال کا جمع کردہ سرمایہ ہے، جس کو اہل علم و فضل کے لیے پیش کر دیا ہے، کیوں کہ بندے نے بہت سے علماء و فضلاء کے کتب خانوں کو ان کے ورثہ اور جانشینوں کی غفلت سے برباد ہوتے ہوئے دیکھا ہے، گجرات کے کئی مقامات پر قیمتی کتابوں کے صندوق دیمک کے چاٹ جانے کے سبب ندی اور دریا میں پھینک دیے گئے، اور قوم اس کے استفادے سے محروم ہوگئی۔ فإلی اللّٰہ المشتکی.

حضرات! اسلام جیسا علم دوست دین، جس کی پہلی وحی میں علم کا تذکرہ ہے، کتاب کی اہمیت سے کیسے انکار کرسکتا ہے۔ اس لیے کہ انسان کے فکر و شعور اور اخلاق و کردار کی تعمیر میں کتاب بڑا اہم رول ادا کرتی ہے۔ معروف ادیب و مصنف جاحظ نے کتاب کی اہمیت کو کچھ یوں اجاگر کرتے ہوئے لکھا ہے:

”تمام چیزوں کے مقابلے میں کتاب کا حصول آسان اور کم خرچ ہے، اس میں تاریخ اور سائنس کے عجائبات دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ دانشوروں کے علم و تجربے کا خزانہ ہے، اور سابقہ نسلوں اور دور دراز علاقوں کی معلومات بہم پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ بھلا کون ایسا مہمان ہوسکتا ہے جو آپ کے سایے کی طرح ساتھ بھی رہے اور الگ بھی ہوجائے۔ جب تک آپ کو خاموشی پسند ہوگی کتاب خاموش رہے گی۔ اور جس وقت آپ گفتگو کرنا چاہیں گے، وہ ایک شیریں کلام ہم نشیں بن جائے گی۔ آپ کی مصروفیت کے دوران یہ انوکھا

مہمان کبھی مداخلت نہیں کرتا، لیکن جب آپ خود کو تنہا محسوس کرنے لگیں، تو وہ ایک اچھا رفیق ثابت ہوگا۔ کتاب ہمارا دوست ہے، ایسا دوست جو نہ تو کبھی فریب دیتا ہے نہ خوشامد کرتا ہے۔ ایک ایسا رفیق جو ہم سے کبھی بھی بیزار نہیں ہوتا۔'' (مسلمانوں کا نظام تعلیم/ ۷۴)

سرور علم ہے کیف شراب سے بہتر　　　کوئی رفیق نہیں کتاب سے بہتر

نیز ایک اور عالم کا قول ہے: کتاب ایک ایسا چمن زار ہے، جسے ہم اپنی آستین میں رکھتے ہیں، ایسا مرغزار جو ہمارے ساتھ چلتا ہے۔ کتاب مُردوں کی زبان اور زندوں کی ترجمان ہے۔ کتاب ہمارے لیے ایک ایسا رفیقِ شام تنہائی ہے، جسے ہم سے پہلے نیند نہیں آتی، یہ دانائے راز، رفیقِ شام نہ تو ہمارے راز کو افشا کرتا ہے نہ ہی ہماری خوش حالی پر حسد کرتا ہے۔ یہ ایک انتہائی وفا شعار ہمسایہ، اچھا دوست، خدمت گزار ساتھی، منکسر مزاج استاذ، ماہر فن اور خردمند رفیق ہے۔ (ایضاً/ ۷۵)

دور عباسی کے ممتاز شاعر متنبی نے اپنے خاص اسلوب میں کہا ہے ؎

أعز مكان في الدنیٰ سرج سابح　　　وخير جليس في الزمان كتاب

(دنیا میں معزز ترین جگہ گھوڑے کی زین ہے، اور زمانے کا بہترین ہمنشیں کتاب ہے)

اسلامی تاریخ کے تمام ادوار میں کتاب کی اس اہمیت اور افادیت کو تسلیم کیا گیا، چناں چہ شائقین علم وفن اور شیدائیانِ کتب کے ذوق کی تسکین کرنے والے عظیم الشان کتب خانوں کا وجود اسلام کی علمی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

مؤرخین نے ان کتب خانوں کے تعارف پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان کے سرسری مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتب خانوں کو بنیادی طور پر تین قسموں میں

تقسیم کیا جا سکتا ہے: (۱) عام کتب خانے (۲) نیم عام، نیم خاص کتب خانے (۳) خاص کتب خانے۔

(۱) عام کتب خانے عموماً مسجدوں اور تعلیمی اداروں میں ہوا کرتے تھے، اور بلا کسی تفریق سب کے استفادے کے لیے ان کے دروازے کھلے رہتے تھے، جن میں کچھ اہم کتب خانے یہ تھے: (۱) بیت الحکمۃ (بغداد) (۲) نجف کا حیدری کتب خانہ (۳) بصرہ میں ابن سوّار کا کتب خانہ (۴) خزانۃ السابور (بغداد) (۵) الشریف الرضی کا دار العلم (بغداد) (٦) مسجد الزیدی کا کتب خانہ (بغداد) (۷) دار العلم قاہرہ۔

(۲) دوسری قسم نیم عام، نیم خاص کتب خانے: یہ وہ کتب خانے تھے جن میں ہر طبقے کے لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی، بلکہ صرف اجازت یافتہ ممتاز شخصیتیں ہی ان سے استفادہ کر سکتی تھیں۔

اس نوعیت کے کتب خانوں کی بھی خاصی تعداد تھی، جن میں: (۱) الناصر لدین اللہ کا کتب خانہ (۲) مستعصم باللہ کا کتب خانہ (۳) فاطمی خلفاء کے کتب خانے بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

(۳) تیسری قسم ذاتی کتب خانے: یہ وہ کتب خانے ہیں جو عالم اور ادیب اپنے استعمال کے لیے رکھتے تھے۔ اور ان کی تعداد بے شمار تھی۔

مذکورہ تینوں قسم کے کتب خانوں میں حسب ضرورت خازنِ مکتبہ، مترجمین، نسّاخین، مجلّدین، مناولین کا عملہ بھی رہا کرتا تھا۔

حضرات ظاہر ہے کہ علوم اسلامیہ کی حفاظت و بقا، نشو نما، تشریح و تنقیح اور نشر

واشاعت میں ان کتب خانوں کا کردار نا قابل فراموش رہا ہے۔

ان دانش کدوں کے ذریعے علوم وفنون کا سرمایہ نسل در نسل منتقل ہوتا رہا۔اور کاروان علم ہر دور میں اسی وادی سے گذر کر بحث وتحقیق کی نئی منزلوں کو سر کرتا رہا اور یوں علماءِ اسلام کا علمی سفر زندگی کے رواں دواں قافلے کے ساتھ جاری رہا۔

اس وقت جس کتب خانے کی تقریب افتتاح انجام پا رہی ہے، وہ بھی اسی امید اور نیک نیتی کے ساتھ شائقین علم کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے کہ مختلف علوم وفنون کی قیمتی کتابوں پر مشتمل اس خزینۂ علم میں صاحبان ذوق اور اہل نظر کے لیے تسکین کا کافی کچھ سامان موجود ہے۔ان شاءاللہ شائقین علم وفن اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے،اور خود اس اکیڈمی سے بحث وتحقیق اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ مشیت الٰہی سے تا قیامت جاری رہے گا۔اور اس حقیر کی روح اس سے تسکین پاتی رہے گی۔

اخیر میں بندہ پھر ایک بار جمیع حاضرین کا شکر گزار ہے اور دعا گو ہے کہ باری تعالیٰ آپ کی آمد کو اس کتب خانے کی مقبولیت وافادیت کا ذریعہ بنائے۔اور اس سبیل علم کو تا قیامت جاری وساری رکھے۔آمین یا رب العٰلمین۔

نمونۂ سلف، مشعلِ خلف

افادات

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری ادام اللہ ظلالہ

مؤرخہ ۵ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۵ ؍نومبر ۲۰۱۷ء

بمقام: جامعہ عربیہ قاسمیہ، کھروڈ، گجرات

افتتاح مجمع الشیخ عبد اللہ الکافودروی

کی تقریب پر رونق میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ رب العٰلمین . و الصلاۃ و السلام علیٰ سید الأنبیاء و المر سلین . سیدنا و نبینا و حبیبنا و شفیعنا محمد اٰلہ و أصحابہ أجمعین .

أما بعد! فأعوذ باللّٰہ من الشیطان الر جیم ○ بسم اللّٰہ الر حمٰن الر حیم ○

یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصّٰدقین .

نسبت نہ ہوتی تو......:

رونق محفل حضرت مولانا عبد اللہ صاحب دامت برکاتہم، حضرات علمائے کرام، مشائخ عظام، مہمانان کرام اور عزیز طلبہ!

آج کی یہ مجلس ہم سب کے لیے بڑی سعادت اور مسرت کی مجلس ہے، اس وقت یہاں گجرات کے چیدہ چیدہ علماء جمع ہیں۔ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب دامت برکاتہم ہی کی دعوت پر آئے ہیں۔ واقعہ یہی ہے کہ حضرت مولانا کی نسبت اس دعوت کے ساتھ لگی ہوئی نہ ہوتی، تو اتنا بڑا مجمع یہاں جمع نہ ہوتا، حضرت ہی کی نسبت سے یہاں آئے ہیں۔ اور آج حضرت اپنی کتابوں کو جو زندگی بھر کا سرمایہ ہے۔ (یہاں جامعہ قاسمیہ کھروڈ میں بطور صدقۂ جاریہ کے وقف کر رہے ہیں)

ہمارے لیے نمونہ:

ایک عالم دین کے لیے کتابوں کی جو حیثیت ہوتی ہے، وہ ہر شخص محسوس کر سکتا ہے۔ خاص کر کے اپنے ابتدائی دور طالب علمی میں جن کتابوں کو حاصل کیا جاتا ہے، وہ تو بہت قیمتی سمجھی جاتی ہیں، اپنی بھوک اور فاقے برداشت کر کے، تکلیفیں اٹھا کر اس کو حاصل کیا گیا تھا،

وہ کتابیں بھی ذخیرۂ کتب کے اندر شامل ہوں گی، اوراس کے بعد بھی بڑی بڑی اہم کتابیں حضرت کے پاس پہنچی ہوں گی، وہ بھی شامل ہوں گی۔ بہرحال! یہ حضرت نے اپنے لیے ایک صدقۂ جاریہ کا سلسلہ شروع فرمایا۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کے لیے اسوہ اور نمونہ ہے۔

ہمارے بزرگوں کے یہاں بھی اس چیز کا اہتمام تھا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے آپ بیتی میں لکھا ہے کہ: حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو اپنا سارا کتب خانہ مظاہر علوم کے حوالے کر دیا، اتنے سال مدرسہ میں رہے، مدرسے کے بڑے حقوق ہیں ان کی ادائیگی میں کچھ کوتاہی رہ گئی ہو، اللہ تعالیٰ اس کے صدقے میں اس کوتاہی کو معاف کر دے۔ اور ہمارے حضرت مولانا محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو بھی میں نے دیکھا کہ آپ نے بھی اپنی وفات سے پہلے پہلے تقریباً اپنی اکثر و بیشتر کتابیں دار العلوم یا مظاہر علوم میں یا اپنے بعض شاگردوں جن کے متعلق حضرت کو حسن ظن تھا کہ یہ علمی مشغلے میں مشغول ہیں، ان کو عطا فرما دیں، تو یہ ایک سلسلہ ہے جو آگے باقی رہتا ہے۔ بہرحال! ہم جیسوں کے لیے یہ بھی ایک اسوہ ہے۔ آئندہ اس کے اوپر ہمیں اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس وقت یہاں جو جمع ہوئے ہیں اس موقع پر ہمارے حضرت مولانا شیخ محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم نے تو مجھے اصرار فرمایا تھا کہ میں اہل اللہ کی صحبت کے موضوع پر کچھ باتیں عرض کروں؛ لیکن میں بھی پچھلے کئی دنوں سے بیمار چل رہا ہوں، گذشتہ رات تکمیل حفظ کی ایک مجلس میں سورت جانا ہوا، تقریباً ۲۵ منٹ بولا؛ لیکن میرا حال خراب ہو گیا، بالکل بے بس سا ہو گیا، آواز بھی آگے نکل نہیں پا رہی تھی، مجبوراً اپنی بات پوری کر لی۔ اور مولانا

سے میں نے کہلوایا کہ بھئی! اس وقت میری یہ صورت حال ہے۔ اور پھر یہ موضوع بھی بڑا اہمیت کا حامل ہے۔

بادام خوری اور اس پر تحقیق:

بہر حال! ایک قصہ بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ سے کسی نے پوچھا کہ آپ اور حضرت گنگوہیؒ دونوں حضرات علم کے پہاڑ تھے، اس کے باوجود آپ نے حضرت حاجی صاحبؒ کا دامن تھاما، آپ نے کیا دیکھا؟ تو حضرت نے فرمایا: بھئی دیکھو! ایک آدمی وہ ہے جس نے بادام کے اوپر ایک تحقیق اور ریسرچ کیا کہ بادام کے درخت کہاں ہوتے ہیں؟ کہاں کا بادام عمدہ ہوتا ہے؟ اس کے کیا فوائد ہیں؟ اور کوئی ایسا جز نہیں چھوڑا جو بادام سے تعلق رکھنے والا ہو، ایک پورا تحقیقی مقالہ اس پر تیار کرلیا؛ لیکن اس نے کبھی بادام نہ دیکھا، نہ کھایا، اور ایک دوسرا آدمی ہے کہ بادام کے متعلق ان چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں جانتا، لیکن روزانہ صبح اور شام بادام کھاتا ہے، تو آپ بتلاؤ! کون سا آدمی بڑھا ہوا ہے؟ جس نے تحقیق اور ریسرچ کر کے پورا ایک رسالہ بادام کے موضوع کے اوپر تیار کرلیا وہ؟ یا وہ جو روزانہ صبح اور شام بادام کھاتا ہے؟ ظاہر ہے جو بادام کھاتا ہے اس کو بادام کے فوائد حاصل ہیں۔ لہٰذا حقیقت تو یہ ہے کہ یہ علوم جو ہم پڑھتے ہیں، ان علوم کا فائدہ اسی وقت حاصل ہوگا جب اس پر عمل کا اہتمام کریں۔ ابھی حضرت مولانا سلیم صاحب دامت برکاتہم نے اس موضوع پر بہت اچھی اچھی باتیں آپ کے سامنے پیش کیں، میں نے مولانا حنیف صاحب سے بھی یہ عرض کیا تھا کہ ابھی دو روز پہلے مولانا ہمارے یہاں بھی تشریف لائے تھے اور اس موضوع پر بڑی اچھی باتیں فرمائیں، میرا وقت بھی مولانا ہی کو دے دیجیے۔ مولانا نے کہا کہ: میں تو اپنا وقت ان کو دے چکا ہوں۔

علم اور تعلق مع اللہ:

بہر حال! کہنے کا حاصل یہ ہے کہ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت ہمارا پورا طبقہ اس دور کے اندر جس چیز سے غفلت برتے ہوئے ہے یہی وہ چیز ہے جس سے ہمارے اکابر کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کے اندر مقبولیت عطا فرمائی۔ اور جیسا کہ مولانا نے کہا: اسلامی تاریخ میں جتنے بھی بڑے بڑے علماء گذرے ہیں، ہر ایک کو لے لیجیے، صرف اپنے علم کی بنیاد پر ان کو یہ مقام نہیں ملا، بلکہ علم کے ساتھ ساتھ عمل کا اور تعلق مع اللہ کا جو اہتمام انہوں نے کیا اسی بنیاد پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو وہ مقام عطا فرمایا ہے۔

میں نے کبھی غیبت نہیں کی:

امام بخاریؒ، امیر المؤمنین فی الحدیث قرار دیے گئے، لیکن ان کو یہ مقام کیسے ملا؟ خالی ان حدیثوں کو جمع کر لینے کی وجہ سے؟ نہیں! بلکہ ان حدیثوں پر عمل کا کیسا اہتمام!!! امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جب سے مجھے معلوم ہوا کہ غیبت حرام ہے، تب سے میں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی، مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ میرے نامۂ اعمال میں کبھی غیبت کا کوئی گناہ نہیں نکلے گا۔ ہم اور آپ غیبت کی کتنی قباحت وشناعت سنتے ہیں، اس کے باوجود اس میں ملوث رہتے ہیں۔ یعنی ان حضرات کے عمل کا یہ عالم تھا۔

علم کی لذت، اہل اللہ کی صحبت:

بہر حال! علم کے ادب واحترام کا کیا مقام!!! ایک ایک حدیث کو اپنی کتاب میں درج کرنے کے لیے انہوں نے جو اہتمام کیا تھا، جو مشقت اٹھائی تھی، آج کے دور کا سلفی تو اس کو بدعت قرار دے گا، پھر میں کہوں گا: امام بخاریؒ نے اس کا ارتکاب کیا ہے۔ بہر حال!

یہی وہ چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند آتی ہیں۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفیؒ کا جملہ ہے کہ علم کی صورت کتابوں سے حاصل ہوتی ہے، علم کی حقیقت عمل سے حاصل ہوتی ہے، اور علم کی لذت اہل اللہ کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم نے آج اس چیز سے غفلت برتی ہے، ہم ہر معاملہ میں اپنے اکابر کا حوالہ تو ضرور دیتے ہیں؛ لیکن اس لائن سے ہمارے اکابر کی جو خدمات اور ان کا جو مقام تھا، اس کو ہم نے ایسا بھلایا ہے کہ بھولے سے بھی کسی ایک واقعہ کی طرف ہمارا دھیان نہیں جاتا۔ ضرورت ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے۔

ہر کجا پستی ست، آب آں جا رود:

مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الہٰ آبادی نور اللہ مرقدہ، جو حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کے اجل خلفاء میں ہیں اور جن کے مقام سے ہم اور آپ واقف ہیں، آپ کے افادات مجموعۂ تالیفات مصلح الامت کے نام سے کئی جلدوں میں طبع ہو چکے ہیں، اس میں حضرت کا ایک ملفوظ ہے، پہلی جلد میں بھی اس کو نمایاں طور پر لکھا گیا ہے اور دوسری جلد میں بھی ہے، میں نے آج صبح ہی اس کو نقل کروایا کہ کچھ اور تو نہیں بولوں گا، لیکن وہ میں آپ حضرات کو سنا دوں، حضرت فرماتے ہیں: ''اب اتنے دنوں کے بعد، اس بڑھاپے میں جب کہ کسی ہنر کی تحصیل کا وقت باقی نہیں رہا، یہ بات سمجھ میں آئی کہ انسان کو کسی کمال کی تحصیل سے جو چیز مانع ہوتی ہے وہ اس کا کبر و عار ہے۔ کیوں کہ یہی چیز اس کو کسی کامل کے آگے جھکنے سے منع کرتی ہے۔ ورنہ ہر زمانہ ہی میں اہل کمال رہتے ہیں، جن سے کمال حاصل کیا جا سکتا ہے؛ مگر اسی عار اور استکبار کی بناء پر ان کے سامنے جھکتے نہیں۔ اس لیے کچھ حاصل بھی نہیں ہوتا، کورے کے کورے ہی رہ جاتے ہیں۔ آدمی جب اپنی خودی اور تکبر کو چھوڑتا

ہے تب کچھ حاصل ہوتا ہے۔ ہر کجا پستی ست، آب آں جا رود۔ میں حضرات اہل علم کو خصوصاً اس جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں – یہ حضرت مصلح امت کے الفاظ ہیں، اس میں میں نے کوئی اضافہ نہیں کیا ہے- کہ آج علماء اور طلبہ کو کوئی کمال جو حاصل نہیں ہو رہا ہے اس کی وجہ یہی ان کی عار اور تکبر ہے، یہی ان کی راہ مارے رہتا ہے، اس کو اگر سمجھ لیں اور ہمت کر کے اس کو ترک کر دیں تو کمال کے درجہ کو پہنچ سکتے ہیں۔ چناں چہ جن لوگوں کو کمال حاصل ہوا ہے وہ اپنے آپ کو مٹانے اور کسی کے آگے خود کو گرانے اور اپنے کبر اور عار کو ختم کرنے ہی سے حاصل ہوا ہے۔'' واقعہ یہی ہے کہ یہ سب سے بڑا مرض ہے جس کی حضرت نے تشخیص فرمائی ہے، اور ہمارے طبقے میں پایا جاتا ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ اس کو چھوڑا جائے۔

إنک لا تهدی من احببت ۔ ۔ ۔ :

ایک واقعہ بیان کر کے بات ختم کر دوں گا، حضرت ابو طالب، جنہوں نے نبیٔ کریم ﷺ کی پرورش کی اور آپ ﷺ کو نبوت ملنے کے بعد بھی پورا ساتھ دیا، پوری تقویت پہنچائی، تمام قریش مل کر آئے، اور مطالبہ کیا کہ ان کو ہمارے حوالے کیا جائے؛ لیکن اس کے لیے تیار نہیں ہوئے، جان دے دیں گے؛ مگر آپ کو حوالے نہیں کریں گے۔ لیکن یہی ابو طالب جب ان کی موت کا وقت آیا تو احادیث کے اندر ہے کہ مکہ میں یہ بات پھیلی کہ ابو طالب کی آخری گھڑیاں ہیں، ابو جہل کو پتہ چلا کہ چلو بھئی جلدی سے! کہیں ایسا نہ ہو کہ آخری گھڑی میں ان کے بھتیجے آ کر ان سے کلمہ پڑھوالیں۔ چناں چہ ابو جہل، عبد اللہ ابن ابی امیہ کو لے کر -عبد اللہ ابن ابی امیہ حضور اکرم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں، اور حضرت ام المؤمنین ام سلمہ ؓ کے علاتی بھائی ہیں، بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی توفیق عطا فرمائی یہ دونوں ابو جہل کے خاندان سے ہی تعلق رکھتے تھے- پہنچ گیا، اور جہاں ابو طالب لیٹے ہوئے تھے،

وہاں دو ہی جگہیں خالی تھیں، وہ بیٹھ گئے، اب اگر حضور کو پتہ چلے اور وہ آئیں تو ان کو یہاں بیٹھ کر اطمینان سے بات کرنے کا موقع نہ ملے۔ وہ بیٹھے، اور حضور ﷺ کو بھی پتہ چلا، آپ بھی تشریف لائے۔ اب وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی، کھڑے کھڑے آپ نے اپنے چچا سے عرض کیا: یا عم! قل کلمةً احاج لک بها عند الله کہ چچا کلمہ پڑھ لیجیے! اگر آپ کلمہ پڑھ لیں گے، تو میں آپ کے لیے اللہ کے یہاں کچھ کہہ سکوں گا، تو اس وقت ابو جہل نے کیا کہا؟ ابو طالب! اب آخری گھڑی میں یہ پڑھ لو گے؟ مکہ کی عورتیں اور بچے کیا کہیں گے؟ آگ سے ڈر گیا، اور کلمہ پڑھ لیا۔ عار! چناں چہ ابو طالب نے کیا کہا؟ إنی أختار النار علیٰ العار میں عار کے مقابلہ میں نار کو ترجیح دیتا ہوں۔ کلمہ نہیں پڑھا، اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ نبیٔ کریم ﷺ کو بڑا غم تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیتیں نازل فرمائیں: انک لا تهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء.

عار، شریعت پر عمل سے روکتی ہے:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اُن کا جانشین بنایا گیا، انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے ایک بڑا لشکر تیار کیا، لیکن پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے دو آدمیوں کے ذریعہ صلح کی پیش کش کی۔ بات چیت ہوئی، صلح ہو گئی، تو اس موقع پر جو لوگ ان کا ساتھ دینے والے تھے ان میں سے اکثر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کہا: یا عار المسلمین، تو اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا: أختار العار علیٰ النار. میں نے کہا: دادا نے کہا تھا: أختار النار علیٰ العار اور یہ حضور ﷺ کی تربیت، تعلیم کا نتیجہ تھا کہ پوتا یوں کہتا ہے کہ أختار العار علیٰ النار اللہ تعالیٰ ہمیں اس عار سے بچائے۔ یہی عار ہے جو شریعت پر عمل کرنے سے روکتی ہے۔

میں کہا کرتا ہوں: ہمارے یہاں شادیاں ہوتی ہیں، شادیوں کے موقع پر پڑھے لکھے، اہل علم، رسم و رواج کے اندر پڑتے ہیں، کوئی پوچھتا ہے: مولوی صاحب! آپ ایسا کر رہے ہیں؟ جواب میں کہتے ہیں: لوگ کیا کہیں گے؟، یہ ''لوگ کیا کہیں گے'' یہی تو عار ہے!!! یہی تو آدمی کو شریعت پر عمل کرنے سے روکتی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس عار کو چھوڑا جائے۔ اور جو حقائق ہیں، جو اوصاف ہیں، جو اخلاق ہیں ان کو حاصل کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق و سعادت عطا فرمائے۔

خوردنوازی:

حضرت مولانا دامت برکاتہم کی یہاں تشریف آوری پر میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ حضرت کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جن اوصاف و کمالات سے نوازا ہے- مجھے معاف کریں کہ ان کے سامنے یہ دو جملے ادا کرتا ہوں- کہ آپ میں جہاں بڑوں کا اکرام ہے، ان کا احترام ہے، تعظیم ہے، وہاں چھوٹوں کے ساتھ بھی بڑی محبت و شفقت۔ خوردنوازی جو آج کل اس زمانے میں مفقود ہے، اہل علم کا حال یہ ہو گیا ہے کہ اپنے شاگردوں تک کو آگے آنے سے روکتے ہیں، ان کے آگے آنے کی راہ میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں، یہاں شاگرد نہیں، دوسرے ہیں۔

یہ فلاں کا......وہ فلاں کا:

آج کل تو عصبیت بھی اتنی بڑھتی جا رہی ہے کہ اللہ کی پناہ!!! یہ فلانے مدرسے کا فارغ، یہ فلانے مدرسے کا فارغ، یہ فلانے شیخ کا مرید، یہ فلانے شیخ کا مرید، یہ فلانے طریقے سے تعلق رکھتا ہے۔ کیا ہے یہ سب! ہم نے اس کے لیے امت کے کیسے کیسے ٹکڑے

کر دیے ! ایسے موقع پر حضرت کے اندر جو وسعت ظرفی ہے، ہر آدمی میری اس بات کی شہادت دے سکتا ہے کہ بلاتفریق ہر ایک کے ساتھ بڑی محبت کے ساتھ، ادب واکرام کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

مجھے بڑی عبرت ہوئی:

میں ایک واقعہ بیان کروں، مجھے اس وقت بڑی حیرت ہوئی، ایک مرتبہ حضرت مولانا عبید اللہ اسعدی زید مجدہم - جو اہل علم ہیں، ان کو جانتے ہیں - ایک مرتبہ میرے یہاں وہ مہمان تشریف لائے تھے، اچانک حضرت مولانا (حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتھم) بغیر اطلاع کے صبح کو پہنچ گئے، مجھے بھی حیرت ہوئی، پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ تو مولانا نے فرمایا: مولانا عبید اللہ اسعدی اتنے دور سے یہاں گجرات میں آئے، اور میں یہاں سے ان کی ملاقات کے لیے نہ جاؤں؟ مجھے تو بڑی حسرت ہوئی، بڑی حیرت ہوئی، ہم لوگوں کو ایک سبق ملا کہ دیکھو! اتنے بڑے آدمی ہوکر اہل علم کی کتنی قدر کر رہے ہیں؟ واقعہ یہ ہے کہ یہ چیز آج آپ کو کہیں نہیں ملے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان اوصاف سے آپ کو نوازا ہے۔ اللہ آپ کے سایے کو تادیر صحت، قوت، عافیت، سلامتی کے ساتھ قائم رکھے، اور آپ کے فیوض و برکات سے ہم کو زیادہ سے زیادہ مستفیض ہونے کے مواقع عطا فرمائے، آپ کی قدردانی کی ہم کو توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

گاہے گاہے باز خواں……

افادات

مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی اطال اللہ بقاءہ

مؤرخہ ۵/ربیع الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۵/نومبر ۲۰۱۷ء

بمقام: جامعہ عربیہ قاسمیہ کھروڈ، گجرات۔

افتتاح مجمع الشیخ عبداللہ الکافودروی

کی تقریب پر رونق میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمدلله الذی بنعمته تتم الصالحات، والصلوة والسلام علی أکمل الموجودات سیدنا محمد وعلی اله وأصحابه وأتباعه وعلماء أمته أجمعین. أما بعد:

قابل احترام بزرگانِ دین، علماء امت اور میرے عزیز بھائیو! مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ حضرات اپنی قیمتی درس وتدریس کی مشغولیات کے باوجود اس محفل میں تشریف لائے اور اپنے قیمتی مواعظ ونصائح سے سب کو مستفید ہونے کا موقع عطا فرمایا۔ اللہ رب العزت آپ حضرات کو بہت ہی قبول فرمائے۔

کتب خانہ کیا ہے......؟؟؟

میرے بھائیو! کتب خانہ کیا چیز ہے؟ اور کتابوں کی کیا اہمیت ہے؟ اس سلسلے میں میں نے ایک چھوٹا سا مضمون مرتب کیا تھا، وہ یہاں پڑھ کر سنایا ہوگا، اس میں بہت عمدہ باتیں ہیں۔ کل میں ایک عربی رسالہ دیکھ رہا تھا جو کویت سے نکلتا ہے "الوعظ الإسلامي" اس میں پہلے ہی صفحے پر لکھا ہوا تھا: "القراءة صانعة الأمم" اور اندر کے صفحے میں لکھا تھا: "القراءة هو أساس الحضارة" چھوٹے سے دو جملے ہیں، لیکن بڑی معنی خیز باتیں ہیں۔ مطالعہ قوموں کو بناتا ہے، قوموں کا معمار ہے "صانعة الأمم" اور تہذیب کی بنیاد ہی پڑھنا، پڑھانا اور مطالعہ ہے۔ ہمارے مسلمانوں کے اس وقت حالات ہیں میرے بھائیو! ہمارے لوگ انتشارِ ذہنی اور غلط روش، حالات کو نہ سمجھتے ہوئے ایسے ایسے اقدامات کر رہے ہیں کہ ہماری عقل حیران ہے کہ ان کو کچھ پتہ ہی نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مطالعہ نہیں ہے، پڑھتے نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے، میں نے پہلے بھی یہاں ایک مجلس میں یہ بات کہی تھی

کہ جب تک ہم اپنے اکابرین کی زندگیاں اپنے سامنے نہیں رکھیں گے، ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اسلاف کا نمونہ ہمارے سامنے ہونا چاہیے، اور اس سلسلے میں ضرورت ہے کہ ہم سیرت کی کتابیں اور بزرگوں کے احوال کا مطالعہ کریں۔ ہم نے اپنے کتب خانے میں تقریباً ۳۰۰ر سے زائد سیرت وسوانح کی کتابیں جمع کی ہیں، میں یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے علماء اور ہمارے طلبہ اس کو پڑھیں۔ بہت سی کتابیں ضائع ہوتے ہوئے میں نے خود دیکھی ہیں، بڑے بڑے صندوق کو دیمک چاٹ گئی اور ان کو پھینک دیا گیا۔ سورت میں، احمد آباد میں اچھے اچھے مخطوطات کو برباد ہوتے ہوئے ہم نے دیکھا، تو ہم نے یہ سوچا کہ اتنا سرمایۂ علم جمع ہوا ہے۔

یہ نقطۂ آغاز ہے:

یہ شوق مجھے کیسے لگا؟ ڈابھیل میں، میں جس سال دورے میں تھا، ۱۹۵۳ء کی بات ہے، حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمیؒ بخاری (جلد اول) اور سنن ترمذی پڑھاتے تھے، اور مولانا عبدالرؤوف صاحب پشاوریؒ بخاری (جلد ثانی) اور مسلم شریف پڑھاتے تھے، تو میری یہ عادت تھی کہ میں عشاء کے بعد بنگلے پر جاکر حضرت مولانا عبدالرؤوف صاحب کی جو خدمت مجھ سے ہوسکتی تھی کرتا تھا، تو ایک دن باہر کے حصے میں کرسی رکھی ہوئی تھی اور میں پیچھے کھڑے ہوکر مولانا کے سَر میں تیل کی مالش کررہا تھا، یکایک مولانا عبدالرؤوف صاحب فرمانے لگے کہ عبداللہ! تم نے کسی بڑھئی کو دیکھا ہے کہ دوسرے کا سامان اور بسولا لے کر کام کرتا ہو؟ میں نے کہا: نہیں حضرت! وہ تو اس کا اپنا سامان ہوتا ہے، اچھا! کسی نائی کو دیکھا ہے کہ وہ دوسرے کا استرا لے کر حجامت بنانے جاتا ہو؟ میں نے کہا:

نہیں ! وہ بھی اپنا استرا رکھتا ہے، اور میں حیران تھا کہ حضرت یہ سوالات مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟ اس طرح حضرت نے دوتین اشخاص کے بارے میں پوچھا، میں مالش کرر ہا تھا اور حضرت مجھ سے سوالات کرر ہے تھے۔ مولوی کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ دوسروں کی کتابیں مانگ مانگ کر پڑھتا ہے، اس کو اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ مراجع یعنی تفسیر، حدیث، کتب فقہ کو خرید لے۔ مجھ سے پوچھا کہ تو یہاں سے فارغ ہو کر جائے گا، تو جو کتابیں کتب خانے سے لی ہوں گی وہ تو یہاں داخل کر دے گا، اور جب گاؤں میں تجھے ضرورت پڑے گی، تو کیا یہاں ڈابھیل لینے کے لیے آئے گا؟ اپنی کتابیں خریدو! اس وقت تو ہمارے پاس پیسے بالکل تھے ہی نہیں، لیکن حضرت کی نصیحت میرے دل میں ایسی جم گئی کہ جو کچھ میرے پاس پیسے تھے ان سے رسالے وغیرہ منگوا لیے۔ یہ نقطۂ آغاز ہے اس کتب خانے کا۔ اللہ رب العزت حضرت کی قبر کو نور سے بھرے۔ ہمارے اکابر تربیت کیسے کرتے تھے، یہ اس کا ایک نمونہ ہے کہ میں تو ان کو مالش کرر ہا ہوں اور وہ مجھے بتا رہے ہیں کہ بھائی! اپنی کتابیں خریدو، اپنی کتابیں ہونی چاہیے، کچھ تفسیر کی، کچھ حدیث کی، کچھ فقہ کی، کچھ ادب کی اہم کتابیں اپنے پاس رکھو۔ بس اُس وقت سے کتابوں کو جمع کرنا شروع کیا۔

سپردم بتو مایۂ خویش را:

الحمدللہ ثم الحمدللہ اِس وقت ۶ ؍ ہزار کے قریب کتابیں ہیں۔ یعنی ۶ ؍ ہزار میں بعض ایسی کتابیں بھی ہیں، جن میں ایک کتاب کی بیالیس بیالیس جلدیں ہیں، جیسے: مسلم شریف کی شرح آئی ہے: ”البحر الثجاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج“ یہ کتاب ۴۵ ؍ جلدوں میں مکہ معظّمہ سے آئی ہے، لیکن میں نے اس کو ایک ہی شمار کیا، ۴۵ ؍ الگ شمار نہیں

کیا، ورنہ دس پندرہ ہزار کتابیں ہو جائیں گی۔ اسی لیے ساری الماریاں بھر گئیں، رات مجھے کسی نے کہا کہ ابھی بکس تو باہر رکھے ہوئے ہیں، میں نے کہا: مولانا جانیں۔ میں نے تو: ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را   تو دانی حسابِ کم و بیش را

گجراتی بچوں کی خامی:

میرے دوستو! علمائے کرام سے اور میرے عزیز طلبہ سے میری درخواست ہے کہ مطالعے کی عادت ڈالو، مطالعے کے بغیر انسان کی ذہنی تعمیر کبھی بھی نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہم اچھی کتابیں نہیں پڑھیں گے، ہم کو الفاظ سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ اچھے الفاظ کیسے پتہ چلیں گے، جب ہم اچھی عبارتیں پڑھیں گے، اور ان عبارتوں کو محفوظ کریں گے، وہاں تک ہماری زبان پر اچھے الفاظ آ ہی نہیں سکتے۔ ہمارے گجرات کے بچوں میں یہ خامی ہے چوں کہ وہ اچھی کتابیں نہیں پڑھتے، ہمارے یہاں کتب خانے میں بھی میں نے اردو کتابوں پر بہت زور دیا، میں نے اردو ادب پر بہت سی کتابیں رکھیں، لیکن افسوس ہے کہ کوئی عالم اس کو دیکھتا ہی نہیں ہے کہ کیسی چھپی ہیں، اور کیسی کیسی کتابیں لکھنؤ اور دہلی سے منگوا کر رکھی گئی ہیں، ہمارے ایک دوست دانش صاحب دہلی سے آج صبح آئے ہیں، میں نے صبح ہی ان سے کہا کہ ہر چیز ہے، مگر کتب خانے میں مجھے ایک خلا محسوس ہوا کہ چھوٹے بچوں کی کتابیں میرے پاس بہت کم ہیں۔ ادب الاطفال، اور جامعہ ملیہ والوں نے اور دوسرے لوگوں نے چھاپی ہیں، چھوٹے چھوٹے خوبصورت رسالے، تا کہ بچوں کی زبان کی اصلاح ہو، چھوٹی چھوٹی نظمیں ہیں۔ ہمارے بچے اس وقت چوں کہ ابتدائی درجات میں نہیں پڑھ رہے ہیں، اردو میں، فارسی اول میں، تو ان کی زبان صحیح نہیں ہو رہی ہے، یہ فضا ہے۔ تو ہم نے ان سے

درخواست کی کہ آپ کم سے کم ادب الاطفال پر بچوں کی جو کتابیں وہاں دہلی میں ملتی ہیں، ان کو بھیج دیجیے، تاکہ ہم ایک شعبہ بچوں کا قائم کرسکیں۔

خوبصورت کتابیں بچوں کے ہاتھ میں:

میں نے ٹورنٹو کی لائبریری میں دیکھا کہ بچوں کا مستقل ایک سیکشن ہے، خوبصورت رسالے، چھوٹے چھوٹے اسکول کے بچے وہاں آتے ہیں وہ وہاں چھوٹی چھوٹی کرسیوں پر بیٹھتے ہیں اور ان کا مطالعہ کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا میرے نواسے کو مولانا قاسم انگار صاحب کے صاحبزادے جو ابھی فارغ ہوئے مولوی ادریس، وہ جب اسکول میں پہلی کلاس میں تھے، تو میں روزانہ اسکول لینے جاتا تھا، میں نے دیکھا کہ انگریزی کی ایک خوبصورت سی کتاب، بڑے بڑے حروف سے لکھی ہوئی، اس کے ہاتھ میں ہے، تصاویر بھی ہیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ ٹیچر نے اس کو کیوں دی؟ میں نے پوچھا، تو کہا کہ میری ٹیچر نے مجھے دی کہ اس کو پڑھنا اور آئندہ ہفتے مجھے واپس کرنا۔ میں یہ سوچتا تھا کہ ابھی اس سال داخل ہوا ہے اور اس کو یہ کتاب کیوں تھمادی؟ پھر میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ شروع سے بچے کو مطالعے کے عادی بنانے کے لیے یہ طریقہ ہے کہ خوبصورت کتابیں ان کے ہاتھ میں دی جائیں۔ ہم لوگ اس طرح نہیں کرتے کہ ان کو خوبصورت کتابیں دیں کہ اس کو پڑھو، اس کو پڑھو۔

مطالعے کا ذوق، پہلا بیج:

میں فارسی دوم میں ڈابھیل میں پڑھ رہا تھا، اور حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحبؒ کی خدمت میں جاتا تھا، حضرت مولانا تو گاؤں میں رہتے تھے، چھٹی کے وقت گھر چلے جاتے تھے، اور مدرسے میں ان کا ایک کمرہ تھا آفس کے سامنے (اب تو وہ توڑ دیا

گیا) اس میں مولانا کی کتابیں تھیں، تو میرا کام یہ تھا کہ چھٹی کے بعد جا کر ۹ ر بجے حضرت کی جو چائے بنتی تھی، اس کے برتن دھوتا تھا، پھر میں سوچتا تھا کہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد تو ظہر کی اذان ہوگی تو اب کمرے میں جانے سے کیا فائدہ، تو حضرت کے کمرے میں بیٹھ کر حضرت کی کتابیں دیکھتا تھا۔ سب سے پہلے میرے ہاتھ میں علامہ شبلی کی الفاروق آئی، مجھے اس کی اردو بہت پیاری معلوم ہوئی، اور میں تو فارسی دوم کا طالب علم تھا، میں اس کو پڑھتا گیا، پڑھتا گیا۔ اچھا! مولانا کی ذکاوت دیکھیے! مولانا مجھ سے کہنے لگے: اس کمرے میں تیرے ساتھ اور کون آتا ہے؟ میں نے کہا: کوئی نہیں، میں اکیلا آتا ہوں، کہا: نہیں! کوئی آتا ہے، اب میں پریشان کہ مولانا مجھ سے ایسا کیوں پوچھ رہے ہیں؟ حضرت نے فرمایا: یہ میری کتاب اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی ہے، جس ترتیب سے مولانا اپنی کتابیں رکھتے تھے، اس پر نہیں تھی، اور میں چھوٹا تھا تو مجھے اتنی عقل نہیں تھی کہ کتاب اسی ترتیب سے رکھوں۔ تو حضرت نے کہا کہ میری کتاب اپنی جگہ پر نہیں ہے۔ اچھا! مولانا کو اندازہ تھا کہ یہ فارسی دوم کا بچہ ہے، یہ الفاروق کیا پڑھے گا؟ اس لیے ان کو اشکال ہوا۔ تو میں نے کہا: حضرت! میں یہ کتاب پڑھتا ہوں اور میں نے یہ رکھی ہے، تو فرمانے لگے: اچھا! اس کتاب کو پڑھ رہے ہو؟ بہت خوشی کا اظہار فرمایا، ماشاءاللہ، ماشاءاللہ! اس کو ضرور پڑھو، اور جب اس کا مطالعہ مکمل ہو جائے تو مجھے بتانا، پھر اختتام کے بعد میں نے کہا کہ حضرت! میں نے آج ''الفاروق'' پوری کی، تو حضرت نے سیرتِ عمر بن عبدالعزیزؒ نکالی اور کہا کہ اس کو پڑھو۔ یہ سب سے پہلا بیج تھا جس نے مجھے مطالعے کا شوقین بنایا۔ اللہ کروڑوں رحمتیں نازل کرے ہمارے ان اساتذہ پر جنہوں نے ہماری تربیت فرمائی، ہمارے ہاتھ میں کتابیں تھمائیں کہ اس کو پڑھو، اس کو پڑھو۔

کتب خانہ کھروڈ ہی میں کیوں......؟؟؟

اور وہی عادت میں نے اپنائی کہ اپنے شاگردوں کو میں کتابیں دیتا ہوں کہ بھائی! اس کو پڑھو۔ اچھے رسالے دیتا ہوں، اچھے مضامین دیتا ہوں۔ اس لیے کہ جیسے وہ عربی کا جملہ میں نے سنایا: "القراءة صانعة الأمم"، "القراءة أساس الحضارة" ہم نہیں پڑھیں گے، تو ہمارے ذہن کیسے صاف ہوں گے؟ ہم نہیں پڑھیں گے، تو معلومات کا ذخیرہ کیسے ہوسکتا ہے؟ بغیر مطالعے کے نہیں ہوسکتا، اس لیے ضروری ہے کہ ہم مطالعے کی عادت ڈالیں۔ یہ کتب خانہ نمائش کے لیے نہیں ہے۔ بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ مولانا نے یہ کتابیں یہاں کھروڈ میں کیوں دیں؟ کچھ آئے، تو میں سوچتا رہا، میں نے کہا: بھائی! یہ کھروڈ میں تو اس لیے دی کہ ایک تو یہ میرے گاؤں کے زیادہ قریب ہے، مجھے کبھی ضرورت پیش آجائے تو میں کہیں دور جاؤں اس سے اچھا ہے کہ میں ۵/منٹ چل لوں اور دیکھ لوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں پانچ چھ سال سے لوگوں سے کہتا رہا کہ میں ایک لائبریری بنانا چاہتا ہوں، لیکن موقع نہیں ہوا، "كل شيئ الرهون بوقته" اللہ رب العزت نے حضرت مولانا کے دل میں بات ڈالی اور مولانا نے بیڑہ اٹھایا اور فرمایا کہ آپ فکر مت کرو، میں عمارت بناؤں گا۔ اور جامعہ قاسمیہ کے ٹرسٹی حضرات نے کہا کہ ہم یہ جگہ دینے کے لیے تیار ہیں، سب سے بڑا مسئلہ جگہ کا تھا۔

ہم کیوں مطالعہ نہ کریں ذوق وشوق سے:

تو یہ کتب خانہ نمائش کے لیے نہیں ہے، لہٰذا یہاں کے اساتذہ اور طلبہ سے میری گزارش ہے کہ مدرسے میں جو خالی پریڈ ہوتے ہیں، بعض مرتبہ دو دو گھنٹے خالی ہوتے ہیں،

تو ایسے وقت میں ہمیں اپنے آپ کو عادی بنانا چاہیے کہ ہم کتب خانے میں جائیں اور کتابوں کا مطالعہ کریں، استاذ کو جب بچے دیکھیں گے کہ ہمارے استاذ جا کر پڑھتے ہیں، تو وہ خود بھی جائیں گے۔ یہ کام ہمارا ہے کہ ہم ان کے ذہنوں کو بنائیں کہ مطالعے کے عادی کیسے بنیں؟ اس سے فائدہ کس طرح اٹھائیں؟ ورنہ صرف الماری میں کتابوں کا رکھ دینا کافی نہیں ہے، اس سے بھی بڑے بڑے کتب خانے ہیں۔

کھلتے ہیں راز علم کے:

اعظم گڑھ سے "المعارف" آیا، تو اس میں لکھا ہوا تھا، میں نے مولانا کو سنایا کہ اسکندریہ کے کتب خانے میں ۵۰ /لاکھ کتابیں ہیں، اب آپ اندازہ لگاؤ، قومیں کتنا پیسہ خرچ کررہی ہیں۔ پوری اس کی تفصیل ہے کہ پہلے منزلے میں کیسی کتابیں ہیں، دوسرے میں، تیسرے میں، چوتھے میں۔ ابھی جو معارف آیا اس میں یہ تفصیلات ہیں۔ مولانا! یہ رسالے بھی نہیں پڑھتے ہیں، نہ معارف پڑھتے ہیں، نہ مظاہر پڑھتے ہیں، نہ دارالعلوم پڑھتے ہیں، کچھ نہیں پڑھتے۔ ارے بھائی! آپ نہیں پڑھیں گے، تو آپ کے علم میں بات آئے گی کیسے؟ میں نے معارف پڑھا تو میرے علم میں بات آئی۔ یہ وہ کتب خانہ ہے کہ جس کے بارے میں عیسائیوں نے یہ الزام لگایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کہ انہوں نے اس کتب خانے کو جلایا تھا، اور علم کا بہت زبردست نقصان کیا تھا عمر رضی اللہ عنہ نے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علامہ شبلیؒ کو کہ انہوں نے پوری تحقیق کر کے بتایا کہ یہ کتب خانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہت پہلے جلایا گیا تھا، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جھوٹا الزام ہے۔ اب نہ تو لوگوں نے شبلی کا وہ مقالہ پڑھا، اور نہ جرجی زیدان کا "الانتقاد" پڑھا۔ جرجی زیدان ایک عیسائی مصنف ہے،

اس نے ایک عربی کتاب ”التمدن الإسلامي“ لکھی ہے، اس میں اس نے بڑی گڑ بڑ کی ہے، علامہ شبلی نے اس پر مؤاخذہ کیا ”الإنتقاد علی تاریخ التمدن الإسلامی لجرجی زیدان“ اور جب علامہ نے اس پر نقد کیا اس کی بڑی شہرت ہوئی۔ اب ہمارے کتنے علماء جانتے ہیں کہ جرجی زیدان کون تھا اور اس نے کیا لکھا، اور علامہ شبلی نے اس کا کس طرح جواب دیا؟ کچھ جانتے ہی نہیں۔ جب پڑھتے نہیں ہیں تو دماغ چھوٹا ہوتا ہے۔

ہے چشم دل کے واسطے کاجل مطالعہ:

میرے دوستو! بس میری اتنی درخواست ہے کہ اس سے فائدہ اٹھایئے۔ کتابوں کو دیکھو، اور کتب خانے میں بیٹھ کر اس کا مطالعہ کرو، اتنی اچھی جگہ ہے۔ میں ندوہ میں گیا تو مجھے وہاں ایک بات بہت پسند آئی۔ وہاں مولانا عبدالعزیز بھٹکلی ہیں، بڑا فعال مدرس ہے، انہوں نے بڑی محنت کی ہے، اور بھٹکل کے لوگ دبئی میں بہت ہیں، اچھے تاجر، تو انہوں نے اپنے بھٹکل کے تجار کو متوجہ کر کے بخاری اور دیگر کتابوں کی عربی شروحات دبئی سے منگوائیں، اور ندوہ کی ہر ہاسٹل میں ایک کمرہ طلبہ کے لیے بنایا جس میں وہ شروحات رکھیں، اور طلبہ کو مکلف کیا کہ دو اساتذہ کی نگرانی میں عشاء کے بعد آکر شروحات دیکھیں۔ مجھ سے کہنے لگے کہ جب سے طلبہ ان کتب خانوں میں آکر بیٹھنے لگے اور شروحات دیکھنے لگے، تو اساتذہ بھی چوکنّے ہو گئے کہ یہ تو شرح دیکھ کر آئیں گے، اور اسی میں سے ہم کو پوچھیں گے، تو ان کو بھی وہ چیز دیکھنی پڑتی ہے، مولانا عبدالعزیز نے مجھ سے کہا کہ مولانا! دو سال میں اتنا فرق ہوا کہ ہمارے اساتذہ بھی چوکنے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے دارالعلوم سعادتِ دارین ستپون والوں کو کہ ستپون والوں نے اپنے مدرسے میں طلبہ کے لیے ایک روم بنایا،

اور وہ رات کو بھی کھلا رکھتے ہیں، جس میں طلبہ جا کر مطالعہ کرتے ہیں۔ ان کے لیے گنجائش پیدا کرو کہ جا کر بیٹھو، مطالعہ کرو، ہر ایک آدمی کتابیں نہیں خرید سکتا، آج کل کتابیں بہت مہنگی ہیں۔ اور ہمارے بچے غریب ہیں، ہمیں ان کے لیے دار المطالعہ بنا کر دیر رات تک اس کو استاذ کی نگرانی میں کھلا رکھنا ہے۔ ایک مرتبہ ذوق لگ جاتا ہے، جیسے بیڑی کی عادت ہوتی ہے، پان کی عادت ہوتی ہے، مطالعے کی بھی عادت ہو گی۔

۴۰/صفحے پڑھ ڈالے:

اس بیماری کی حالت میں بھی کبھی میرا ناغہ نہیں ہوا۔ ابھی صبح دانش صاحب دہلی سے مولانا آزاد کے متعلق ایک کتاب میرے لیے لائے، یہاں آنے میں ذرا تاخیر تھی تو میں نے اس کے ۴۰/صفحے پڑھ ڈالے۔ اتنی اچھی زبان ہے، جی کرتا ہے کہ اس کو پڑھتے جائیں، اللہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم ان کتابوں سے فائدہ اٹھائیں۔

گھڑی گھڑی اس کو کیوں دیکھتے ہو؟:

میرے بھائیو! ذہن کی تعمیر کتابوں کے پڑھنے سے ہوتی ہے، جب تک کتابیں نہیں پڑھو گے ذہن کی تعمیر کبھی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق دے، ہمارے عزیزوں کو، ہمارے طلبۂ عزیز کو خاص طور پر اس کا شوق لگا دے کہ پھر وہ اسی کے پیچھے پڑیں۔ آدمی کو کتاب کے بغیر چین نہیں آنا چاہیے۔ ہمارے ایک استاذ نے کہا کہ تم بس میں بیٹھ کر جاتے ہو، تو ایک مرتبہ بس میں بیٹھنے کے بعد دیکھا کہ یہ کون سا اسٹیشن ہے؟ مرولی اسٹیشن پر سے بیٹھ کر کے پھر انکلیشور تک تم نے دیکھ لیا کہ سچن آتا ہے، اور اُدھنا آتا ہے، پھر سورت اسٹیشن آتا ہے، تو ایک مرتبہ دیکھا، دو مرتبہ دیکھا، لیکن ہر مرتبہ دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ میرے

استاذ نے مجھے کہا کہ ’’ گھڑی گھڑی اس کو کیوں دیکھتے ہو؟‘‘ کتاب اپنے ہاتھ میں رکھو، اور بس میں بیٹھنے کے بعد اس کو پڑھتے جاؤ، پڑھتے جاؤ، دوسروں کی طرف نظر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بس میں بیٹھ کر خواہ مخواہ اس کو دیکھتے ہیں، اُس کو دیکھتے ہیں۔

منشی بے کارؔ صاحب ڈابھیل سے سورت آرہے تھے، ان کی اہلیہ بھی ان کے ہمراہ تھی، تو ایک نوجوان کی نظر ان کی اہلیہ کی طرف بار بار اُٹھ رہی تھی، تو بے کار ہزل کا بادشاہ تھا، تو اس نے دو تین مرتبہ دیکھا کہ یہ میری بیوی کی طرف بار بار دیکھ رہا ہے تو اس نے بھری بس میں یوں کہا: ’’او بھائی! آ بار چھوکروں نی ماں چھے، جو تم نے پسند ہوئے تو ہوں ایمنے رزا دئی دوں، تمے نکاح کری لو۔‘‘ وہ اتنا شرمندہ ہوا کہ جب بس چوک میں کھڑی ہوئی تو سب سے پہلے اتر کر بھاگا۔

صد فیصد الفاظ مجھے بھی سمجھ میں نہیں آتے:

تو میرے بھائیو! جو دیکھنے کی چیز ہے اسے بار بار دیکھو۔ ایک مضمون پسند آئے تو اس کی عبارت کو بار بار پڑھو۔ یہ بات ہمیں میرٹھ سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے ملی۔ ہم نے دیوبند سے ایک عربی کا رسالہ شروع کیا تھا ”الیقظة“ کے نام سے، تو وہ لے کر ہم عمید الزمان کے ساتھ میرٹھ گئے اور حضرت مولانا علی میاں صاحب کو دیا، حضرت مولانا اٹھ گئے کہ اچھا! دیوبند والے بھی یہ رسالہ نکال رہے ہیں۔ میں نے حضرت سے یوں کہا کہ یہ بہت سی کتابیں آتی ہیں مصر سے، شام سے، تو ہم اس کو پڑھتے ہیں لیکن اس کے بہت سے الفاظ سمجھ میں نہیں آتے، جیسے ہی یہ سنا ہماری ہمت بڑھانے کے لیے حضرت نے

یوں فرمایا: بھائی! بہت ساری کتابیں میں بھی پڑھتا ہوں، صد فیصد الفاظ مجھے بھی سمجھ میں نہیں آتے، لیکن میں سیاق وسباق سے معنیٰ نکال لیتا ہوں، تو کتابیں پڑھتے رہو، ذوق بن جائے گا، اور پھر کتابیں سمجھ میں آنے لگیں گی۔ ایک بات تو یہ فرمائی۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ کتاب کا ایک مرتبہ پڑھ لینا کافی نہیں ہے، کوئی کتاب آپ کو پسند آئی، آپ نے اس کا سرسری مطالعہ کرلیا، حضرت نے فرمایا: یہ کافی نہیں ہے۔ جو کتاب تم کو پسند ہے اس کے مضامین کو تم بار بار دہراؤ، یہاں تک کہ اس کے الفاظ تمہارے دماغ میں بیٹھ جائیں۔ اور پھر اپنا واقعہ سنایا کہ میں نے "ڈاکٹر احمد امین" کی کتاب (احمد امین مصر کے مشہور لکھنے والے ہیں، آپ لوگ جانتے ہیں) "فجر الإسلام، ضحي الإسلام" کے صفحے کے صفحے اتنے پڑھے کہ میں نے اس کو چاٹ لیا گویا میں نے اس کو اتنی مرتبہ پڑھا کہ اس کے الفاظ میرے دماغ میں نقش ہوگئے۔

رائد اللغة العربية:

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کی عربی تحریر میں "احمد امین" کی چھاپ ہے۔ ہر ایک مصنف کا ایک اسلوب ہوتا ہے، اب ہمارے بچے یہ بھی سمجھ نہیں پا رہے ہیں۔ "طٰہٰ حسین" کا ایک اسلوب ہے، علی طنطاوی کا ایک اسلوب ہے۔ میرے کتب خانے میں علی طنطاوی کی کتابیں ہیں، گذشتہ سال ٹورنٹو میں محمد الغزالی کی چالیس کتابیں میں نے دیکھیں، مشہور لکھنے والے ہیں، چالیس چالیس کتابیں میں نے خریدیں، غزالی بہترین لکھنے والے ہیں، اخوان کے لیڈروں میں، وہ اس کتب خانے میں ہیں۔ "علی طنطاوی" کی کتابیں ہیں، "احمد امین" کی کتابیں ہیں، "الأيام" طٰہٰ حسین کی کتاب ہے۔ طٰہٰ حسین کی کتابیں عربی میں

ہیں، اس کو لوگ کہتے ہیں کہ "طه حسين هو رائد اللغة العربية"، لیکن اس کے خیالات پراگندہ تھے، اچھے نہیں تھے۔ مولانا علی میاں صاحبؒ نے مختارات کے حاشیے پر بڑا بہترین جملہ لکھا ہے کہ "كان رائد اللغة العربية كان فاقد البصر والبصيرة" اب ہمارے طلبہ مختارات کا حاشیہ نہیں پڑھتے، حالاں کہ حضرت نے حاشیے میں بڑی قیمتی قیمتی باتیں لکھی ہیں کہ مصنف کا اسلوب کیسا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہم مختارات پڑھاتے ہیں لیکن حاشیہ نہیں دیکھتے۔ اللہ رب العزت ہر کتاب کو پڑھنے کا اور اس کا حق ادا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

منفلوطی بھنڈی بازار میں:

مصنف کو جب تک ہم نہیں جانیں گے کتاب نہیں سمجھیں گے۔ مجھے یہ معلوم تھا کہ منفلوطی صاحب بہت عمدہ لکھنے والا ہے، بھنڈی بازار میں چل رہا تھا، اس وقت مسافر خانہ بوٹا والا کا تھا، تو میں اتر کر ہوٹل کی طرف جا رہا تھا تو میں نے ایک بڑے میاں کو دیکھا کہ وہ روڈ پر کتابیں بیچ رہے ہیں، اردو کے پرانے پرانے رسالے۔ تو میں کتابیں دیکھنے کھڑا ہو گیا، تو میں نے دیکھا کہ منفلوطی کی کتاب پڑی ہوئی ہے۔ چوں کہ میں دیوبند میں مصری صاحب کی وجہ سے منفلوطی سے واقف ہوا تھا کہ کیسا ادیب ہے، یہ منفلوطی بھنڈی بازار میں پڑا ہوا ہے۔ ایک فرینچ ناول کا ترجمہ تھا تحت ظلال الزيزفون کیا عبارت تھی اس کی! تو میں نے اس کی قیمت پوچھی؟ اس نے کہا ۱۰/روپے۔ میں نے کہا یہ پرانی کتاب ہے، عربی میں کون خریدے گا؟ (جان بوجھ کر کہا) تو اس نے کہا ۵/روپے دے دو، میں نے پانچ روپے نکال کر دے دیے، اگر وہ پچیس کہتا تب بھی میں دے دیتا۔ میں نے بمبئی سے سورت تک پوری کتاب پڑھی، اس کے اچھے اچھے جملوں پر نشان لگا دیا۔

ظالم نے قلم توڑ دیے ہیں:

میں ایک مرتبہ دہلی گیا، مولانا عمید الزماں –مولانا وحید الزماں صاحب کے بھائی– (ایم-اے) کر رہے تھے، تو ان کو ملنے گیا تو اس نے کہا: آپ میرے ساتھ چلو، بات چیت کریں گے، دیوبند سے تعلق تھا، تو درمیانِ گفتگو اس نے ایک پرچہ مجھے دیا کہ یہ کتاب منفلوطی کی ہے، لیکن یہ ملتی نہیں، اور مجھے اس کتاب کا امتحان دینا ہے، میں نے کہا: ابھی میں بھیج دوں گا۔ وہ کرسی پر سے کھڑا ہو گیا کہ کہاں سے بھیجو گے؟ میں نے کہا: یہ مت پوچھو۔ میں ترکیسر آیا، اس وقت میں ترکیسر میں تھا۔ ترکیسر آکر میں نے رجسٹری کر کے عمید کو وہ کتاب بھیجی۔ عمید اس کو پڑھنے لگے، ایک دن میں دفتر میں بیٹھا ہوا تھا کہ عمید الزماں کی طرف سے ڈاک آئی، انہوں نے اس میں لکھا: ''رات کا ایک بج رہا ہے، میں آپ کی مرسلہ کتاب پڑھ رہا ہوں، آپ نے جہاں جہاں نشان لگائے ہیں، ظالم نے قلم توڑ کے رکھ دیے ہیں'' یہ جملہ تھا۔ ذوق کی بات ہے کہ آپ پڑھیں، اس میں دیکھیں کہ کون سے جملے اچھے ہیں؟ اور پھر اس کو بار بار اپنے ذہنوں میں دہرائیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ آمین۔